6

1 تحریک جدید کے وعدوں میں نمایاں اضافہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا باعث ہے
2 دعوت الی اللہ کرنے اور اسلامی شعار اختیار کرنے کی تلقین

(فرمودہ 14 فروری 1947ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''پہلے تو مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے اظہار کے لئے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے جمعہ میں مَیں نے اعلان کیا تھا کہ تحریک جدید دَور اول کے وعدوں کی مقررہ تاریخ میں بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں اور گزشتہ سال کی نسبت ابھی چالیس ہزار کی کمی ہے۔ اور مَیں نے یہ بھی کہا تھا کہ کئی دفعہ جماعت پر ایسا وقت آیا ہے کہ بظاہر ہماری تدبیریں اور کوششیں بیکار نظر آتی ہیں اور ہماری مشکلات بڑھ رہی ہوتی ہیں۔ لیکن معاً اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ایسے سامان کر دیتا ہے کہ ہماری نا امیدی امید میں تبدیل ہو جاتی ہے اور مایوسی خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بقیہ تین چار دنوں میں حیرت انگیز تغیر ہوا۔ اِس سے قبل ہزار ڈیڑھ ہزار روزانہ کی رفتار سے وعدے آ رہے تھے اور کُل وعدے دو لاکھ اٹھائیس ہزار تک کے آ چکے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اور کوئی آٹھ دس ہزار کے وعدے آ جائیں گے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یکدم تغیر ہوا اور آخری دو دنوں میں سے ایک دن تو کوئی اٹھارہ ہزار کے وعدے

ایک ہی دن میں آ گئے اور وہ کمی پوری ہوگئی۔ اب اِس وقت تک دو لاکھ ساٹھ ہزار کے وعدے آ چکے ہیں اور ابھی بہت سے فوجیوں اور دوسرے علاقوں کے وعدے باقی ہیں۔ اِسی طرح دفتر دوم کے سال سوم میں بھی پہلے کی نسبت ترقی ہے۔ نوے ہزار کے وعدے اِس وقت تک آ چکے ہیں۔ اور ابھی بہت سا حصہ باقی ہے اور بیرون ہند کے وعدے بھی باقی ہیں۔ اب ہمیں امید ہے کہ دونوں دفتروں کے وعدے اپنے اپنے وقت پر پچھلے سال کی نسبت بڑھ جائیں گے۔ جب مَیں نے اعلان کیا تھا اُس وقت گزشتہ سال کی نسبت اُس تاریخ تک صرف دو سو روپے کا فرق تھا لیکن اب وہ فرق قریباً بیس ہزار روپے کا ہوگیا ہے۔

دوسری بات جس پر مَیں اظہارِ خوشنودی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا اظہار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس سال جماعت میں کسی قدر تبلیغ کے متعلق بھی بیداری پیدا ہوئی ہے اور جماعت نے تبلیغ کے لئے جو جدوجہد کی ہے اُس کے خوشکن نتائج نکل رہے ہیں۔ اِس وقت تک یعنی 14 فروری تک جو بیعتیں ہوئی ہیں وہ پچھلے سال کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اور اتنی بیعتیں پچھلے سال کسی مہینے میں نہیں ہوئی تھیں۔ اگر جماعت متواتر اپنے فرض کو سمجھے اور جماعت کے لئے اِس فرض کے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو غیر معمولی ترقی حاصل ہونی شروع ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سبق دینے کے لئے کچھ کام ہمارے ساتھ لگا دیئے ہیں۔ ان میں سے کچھ کام ایسے ہیں جو ہم روزانہ کرتے ہیں۔ کچھ کام ایسے ہیں جو ہر وقت کرتے رہتے ہیں۔ کچھ کام ایسے ہیں جو سارا دن نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں کو ہمارے ساتھ لگا کر ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ اہم اور ضروری کاموں کو ہمیشہ جاری رکھنا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ جب تم اپنے طبعی تقاضوں کو بغیر بوجھ کے روزانہ اور بلا ناغہ ادا کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ اس سے اہم فرائض جو کہ تمہاری روحانی زندگی کا موجب ہیں تم اُن کے سرانجام دینے میں سُستی اور غفلت سے کام لیتے ہو۔ ہم میں سے ہر شخص روزانہ سوتا ہے۔ لیکن باوجود اِس کے کہ اُسے روزانہ سونا پڑتا ہے وہ گھبراتا نہیں کہ کیا مصیبت مجھ پر آ گئی۔ اِسی طرح ہم میں سے ہر شخص اپنے ملکی رواج کے مطابق ہر روز کھانا کھاتا ہے۔ مثلاً پوربی [1] لوگ عام طور پر دن میں ایک دفعہ

کھاتے ہیں اور پنجاب کے لوگ دن میں دو دفعہ کھاتے ہیں اور شہروں والے شہروں کے دستور کے مطابق تین چار دفعہ کھاتے ہیں اور یورپ کے لوگ اپنے رواج کے مطابق دن میں پانچ دفعہ کھاتے ہیں۔ لیکن کسی شخص کو ذرا بھی گھبراہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ ہمیں دن میں چار پانچ دفعہ کھانا پڑتا ہے اور ہمیں کم کھانا چاہیئے۔ بلکہ جن کو کھانے کے لئے تھوڑا ملتا ہے وہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہمیں زیادہ کیوں نہیں ملتا۔ جب انسان کئی کام روزانہ کرتا چلا جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے اہم کام کے متعلق یہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ ہم سے یہ روزانہ نہیں ہوسکتا۔ وہ نمازوں کے متعلق کس طرح کہہ سکتا ہے کہ مَیں روزانہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جب وہ یہ کہتا ہے تو وہ اپنے قول کی آپ تردید کررہا ہوتا ہے۔ وہ روزانہ سوتا ہے، وہ روزانہ کھاتا ہے۔ جب وہ یہ کام روزانہ کرسکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ روزانہ نماز نہیں ادا کرسکتا۔ پھر بعض کام ایسے ہیں جن کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ وہ کام ہر وقت ہی ہم کرتے رہتے ہیں۔ جیسے دیکھنا، سننا، بولنا وغیرہ۔ انسان ہر وقت سنتا ہے، ہر وقت دیکھتا ہے، اور دو دو منٹ، چار چار منٹ، اور دس دس منٹ کے بعد باتیں کرتا ہے۔ لیکن کوئی شخص یہ شکایت نہیں کرتا کہ یہ کیا عذاب آ گیا ہے کہ ہم ہر وقت ہی سن رہے ہیں۔ کوئی شخص یہ شکایت نہیں کرتا کہ بڑی آفت آ گئی کہ ہم ہر وقت ہی دیکھ رہے ہیں۔ کوئی یہ شکایت نہیں کرتا کہ بڑی آفت آ گئی ہے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ہمیں بولنا پڑتا ہے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص ان چیزوں کو عیب نہیں سمجھتا بلکہ خوبی سمجھتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ہر وقت نہ دیکھ سکے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اندھا ہو گیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص سننے سے معذور ہو جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص بہرہ ہو گیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص بول نہ سکے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص گونگا ہو گیا۔ اور اگر کسی میں لمس کی طاقت نہ رہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص مفلوج ہو گیا۔ اور تمام لوگ ان حالتوں کو بُرا سمجھتے ہیں اور کوئی شخص بھی ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ جس طرح لوگ ہر وقت کے دیکھنے، سننے اور بولنے کو اچھا سمجھتے ہیں اِسی طرح اگر ہماری جماعت میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ تبلیغ اچھی چیز ہے تو اِس کے دلوں سے یہ خیال نکل جائے کہ ہر وقت تبلیغ ہو نہیں سکتی۔ اور جس طرح وہ ہر وقت سننے، دیکھنے اور بولنے کو ضروری سمجھتی ہے اِسی طرح وہ تبلیغ کو بھی ضروری سمجھنے لگ جائے۔ اور وہ کبھی بھی یہ خیال دل میں نہ لائے کہ ہر وقت تبلیغ نہیں ہوسکتی۔

اگر کسی کے کان بہرے ہو جائیں تو وہ فوراً ڈاکٹروں کے پاس جاتا ہے اور اُن سے علاج کراتا ہے۔ اگر کسی کی قوتِ بینائی میں کمی آ جائے تو اُسے فکر لاحق ہو جاتا ہے اور وہ فوراً حکیموں کے پاس جاتا ہے اور ان سے علاج کراتا ہے۔ اگر کوئی بول نہ سکے تو اسے فکر لاحق ہو جاتا ہے اور وہ فوراً اطبّاء کے پاس جاتا ہے اور اُن سے علاج کراتا ہے۔ اِسی طرح اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ تبلیغ سے میری روحانی زندگی میں تروتازگی قائم رہے گی اور اگر مَیں تبلیغ نہ کروں گا تو بیمار ہو جاؤں گا تو پھر وہ تبلیغ کرنے میں کبھی بھی سُستی نہ کریگا۔ جب کئی ایسے کام ہیں جو لوگ ہر وقت کرتے ہیں۔ ہر وقت کرتے ہی نہیں بلکہ اگر اُن میں سے کوئی فعل بند ہو جائے تو شکوہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کاموں میں سے بعض ایسے ہیں جن کی ہمیں ہر وقت ضرورت ہے۔ جیسے سننا یا دیکھنا۔ اور بعض ایسے ہیں جن کی ہمیں دن میں چار پانچ دفعہ ضرورت ہے جیسے کھانا۔ اور بعض ایسے ہیں جو کہ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک دفعہ ہم کرتے ہیں۔ جیسے سونا۔ ہم ہر روز سوتے ہیں لیکن کبھی اسے ناپسند نہیں کرتے کہ ہم ہر روز کیوں سوتے ہیں۔ بلکہ اگر کسی کو ایک دن نیند نہ آئے تو اُسکی آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں اور اُسکی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ اگر جسم کو روزانہ اِن چیزوں کی ضرورت ہے تو روح کو روزانہ تبلیغ کی کیوں ضرورت نہیں۔ اگر جماعت میں تبلیغ کا احساس پیدا ہو جائے تو جس طرح کسی کے کان بہرے ہو جائیں تو وہ گھبرا جاتا ہے۔ یا کسی کی آنکھوں میں بینائی کم ہو جائے تو وہ گھبرا جاتا ہے اِسی طرح ہماری جماعت کے لوگ تبلیغ کے مواقع پیدا نہ ہونے کی صورت میں گھبرا جائیں کہ ہماری روح گونگی ہوتی جارہی ہے، ہماری روح اندھی ہوتی جارہی ہے ہمیں اِس کا علاج کرنا چاہیئے۔

پس اپنے اندر تبلیغ کا احساس پیدا کرو اور پھر استقلال اور ہمت کے ساتھ تبلیغ کرتے جاؤ۔ اور دیکھو کہ تمہاری تبلیغ کے کیسے شاندار نتائج نکلتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری حقیر کوششوں میں کیسی برکت دیتا ہے۔ کسی کام کو متواتر کرتے جانا ہی اُسکی کامیابی کا راز ہوتا ہے۔ اچھا بڑھئی وہی ہوتا ہے جس نے دس پندرہ سال کام کیا ہوا ہوتا ہے۔ وہ رندے اور ہتھوڑے کو خوب چلاتا ہے۔ اور ایک ناواقف آدمی بہت سوچ سوچ کر کام کرتا ہے کہ کہیں مَیں اپنا ہاتھ یا پاؤں ہی زخمی نہ کر لوں۔ جب کسی شخص کو کسی کام میں دسترس حاصل ہو جاتی ہے تو وہ سُرعت کے ساتھ کام کرتا ہے

اور اُس کا کام بھی عمدہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح جو لوگ متواتر اور با قاعدہ طور پر تبلیغ کرتے ہیں اُن کے اندر تبلیغ کرنے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ کئی مبلغوں سے بڑھ جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سینکڑوں لوگوں کو ہدایت دے دیتا ہے۔ ہماری جماعت کے ایک دوست تبلیغ کا بہت شوق رکھتے تھے۔ وہ اب فوت ہو چکے ہیں اور اُن کا ذکر اخباراتِ سلسلہ میں کم آیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے مخلص صحابیوں میں سے تھے۔ اُن میں تبلیغ کا بے انتہاء جوش تھا۔ ان کا نام مولوی عبداللہ تھا اور وہ کھیوہ باجوہ کے رہنے والے تھے۔ عام لوگ ایک بیعت کا وعدہ کرتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب کو تبلیغ کا اِس قدر شوق تھا کہ چالیس پچاس ساٹھ آدمی سالانہ احمدی بنانے کا وعدہ کرتے تھے اور پھر اپنے وعدے سے بھی آگے نکل جاتے تھے۔ اُن کو تبلیغ کرنے کی ایک دُھن تھی اور ان کے ذریعہ کئی اضلاع میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ اب بھی کئی دوست ایسے ہیں جو کہ تبلیغ کرنے کا بہت شوق دیکھتے ہیں اور جتنی تبلیغ وہ کر سکتے ہیں کرتے ہیں۔ لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ جماعت کی اکثریت میں یہ جنون کام کرتا ہوا نظر آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی چیز کو اگر یقینی اور قطعی حساب کے ذریعہ معلوم کیا جائے تو وہ کہیں کی کہیں جا نکلتی ہے اور اسے ایک غیر معمولی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ ذکر کیا ہے جس شخص نے شطرنج ایجاد کی جب وہ اُسے مکمل کر چکا تو وہ اُسے لے کر بادشاہ کے پاس گیا اور کہا بادشاہ سلامت! میں نے ایک ایسی کھیل ایجاد کی ہے جو کہ خالی کھیل ہی نہیں بلکہ اِس کے ذریعہ جنگ کے فنون اور سیاست کے علوم سیکھے جا سکتے ہیں۔ بادشاہ کو وہ کھیل پسند آ گئی۔ بادشاہ نے کہا اچھا مانگو تمہیں اِس کے بدلے میں کیا انعام دیا جائے؟ جو تم مانگو گے مَیں دونگا۔ کھیل کے موجد نے کہا مجھے اَور کچھ نہیں چاہیئے۔ صرف میری شطرنج کے خانوں کو کوڑیوں سے بھر دیا جائے۔ اور ایسے طور پر بھرا جائے کہ پہلے خانہ سے اگلے خانے میں دُگنی کوڑیاں ہوں۔ مثلاً پہلے میں ایک دوسرے میں دو تیسرے میں چار چوتھے میں آٹھ۔ بادشاہ نے کہا تم یہ کیا مانگ رہے ہو ہم سے کوئی بڑا انعام مانگو۔ اُس نے کہا مجھے یہی انعام چاہیئے۔ آپ مجھے یہی دے دیں۔ آخر بادشاہ چِڑ گیا اور اُس نے غصے کے ساتھ خزانچی کو کہا کہ اچھا اِس کی شرط کے مطابق شطرنج کے خانوں کو کوڑیوں سے بھر دو۔ تھوڑی دیر کے بعد خزانچی

بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! ابھی تو آدھے خانے بھی نہیں بھرے کہ خزانے میں سے تمام روپے اور تمام ہیرے اور تمام جواہر اور تمام موتی ختم ہو چکے ہیں۔ پھر وہ موجد خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے کہا مَیں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ بعض دفعہ بظاہر ایک چیز بہت چھوٹی معلوم ہوتی ہے لیکن حساب لگانے سے وہ غیر معمولی ثابت ہوتی ہے۔ آپ مجھے کہتے تھے کہ تم پاگل ہو گئے ہو کہ ہم سے کوڑیاں مانگتے ہو۔ لیکن اب دیکھئے کہ آپ کا خزانہ خالی ہو چکا ہے اور ابھی آدھے خانے بھرے گئے ہیں۔ مَیں بے وقوف نہیں تھا بلکہ آپ کو ایک سبق دینا چاہتا تھا۔ اب آپ کی مرضی ہے آپ جو انعام پسند کریں مجھے دے دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بظاہر ایسے حساب بہت معمولی نظر آتے ہیں لیکن حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دراصل غیر معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ مَیں نے ان کوڑیوں کا حساب لگایا تھا۔ شطرنج کے چونسٹھ خانے ہوتے ہیں۔ ان چونسٹھ خانوں میں مجھے یاد پڑتا ہے دو کھرب روپے کے قریب کوڑیوں کے حساب سے آتے تھے اور ابھی مَیں نے کسور چھوڑ دی تھیں۔

اِسی طرح تم یہ حساب لگاؤ کہ اگر ہر شخص سال میں ایک احمدی بنائے تو شطرنج کے خانوں کی طرح بیس سال سے کم عرصہ میں تمام دنیا احمدی ہوسکتی ہے۔ اور ایک احمدی بنانا کوئی مشکل بات نہیں صرف توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر ہم فرض کریں کہ اِس وقت ایک لاکھ احمدی بالغ ہیں۔ یہ ایک لاکھ آگے ایک لاکھ احمدی بنائیں تو دوسرے سال دو لاکھ ہو جائیں گے۔ تیسرے سال چار لاکھ ہو جائیں گے۔ چوتھے سال آٹھ لاکھ ہو جائیں گے۔ پانچویں سال سولہ لاکھ ہو جائیں گے۔ چھٹے سال بتیس لاکھ ہو جائیں گے۔ ساتویں سال چونسٹھ لاکھ ہو جائیں گے۔ آٹھویں سال ایک کروڑ اٹھائیس لاکھ ہو جائیں گے۔ نویں سال دو کروڑ چھپن لاکھ ہو جائیں گے۔ دسویں سال پانچ کروڑ بارہ لاکھ ہو جائیں گے۔ لاکھ کی کسر کو چھوڑ دو اور پورا پانچ کروڑ ہی سمجھ لو۔ گیارھویں سال دس کروڑ ہو جائیں گے۔ بارھویں سال بیس کروڑ ہو جائیں گے۔ تیرھویں سال چالیس کروڑ ہو جائیں گے۔ چودھویں سال اسّی کروڑ ہو جائیں گے۔ پندرھویں سال ایک ارب اور ساٹھ کروڑ ہو جائیں گے اور سولہویں سال تین ارب اور بیس کروڑ ہو جائیں گے۔ اور تمام دنیا کی آبادی دو ارب ہے۔ گویا تمام دنیا سولہ سال میں احمدی ہوسکتی ہے۔ یہ کتنی چھوٹی سی چیز ہے۔ لیکن اِس کا نتیجہ کیسا

شاندار ہے۔ میرے اِس نسخہ کو استعمال کر کے دیکھو۔ سولہ سال میں تمام دنیا احمدی ہو جائے گی۔ اور سولہ سال کے بعد اگر تم سب سے طاقتور لیمپ لے کر بھی کسی غیر مذہب والے کو تلاش کرو تو تمہیں کوئی غیر مذہب والا نہیں ملے گا۔ اِس نسخے کو استعمال کرنے کے لئے صرف ہمت اور استعمال کی ضرورت ہے۔ اگر ہر ایک احمدی کم از کم ایک احمدی ہر سال بنائے تو چند سالوں کے اندر اندر تمہیں ہندوستان میں کوئی غیر مذہب والا نہ ملے گا۔ اور سولہ سال کے بعد تمہیں تمام دنیا میں کوئی غیر احمدی نہ ملے گا۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ تم کو تبلیغ کی دُھن لگ جائے اور اس کے بغیر تم پر روٹی کھانا حرام ہو جائے۔ اور تبلیغ کے بغیر تمہیں چین اور آرام نہ آئے۔ جب تمہارے قلوب کی یہ حالت ہو جائے گی تو تم دیکھو گے کہ جماعت فوری طور پر ترقی کرنا شروع کر دے گی۔

مَیں جماعت کے اِس کام سے بھی خوش ہوں۔ لیکن حقیقی خوشی تبھی حاصل ہو سکتی ہے جبکہ ہر احمدی ہر سال کم از کم ایک احمدی بنائے اور یہ سلسلہ متواتر چلتا جائے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہے یہ کام کوئی مشکل نہیں۔ صرف ذمہ داری کو سمجھنے اور اپنے فرض کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ ہم نے پہلے ہی بہت سُستی اور غفلت کی ہے۔ اب اس کی تلافی کی کوشش کرنی چاہیئے اور آئندہ جلدی جلدی قدم اٹھانا چاہیئے۔ ہماری جماعت کے اعلان پر 57 سال گزر گئے ہیں۔ اگر ابتداء سے ہی ہم لوگ اِس اخلاص کا نمونہ پیش کرتے کہ ہر احمدی کم از کم سال میں ایک احمدی ضرور بناتا تو آج تک کبھی کی دنیا فتح ہو چکی ہوتی۔ لیکن افسوس کی بات یہی ہے کہ اپنی ذمہ داری کو کَمَا حَقُّہٗ سمجھا نہیں گیا۔ مَیں اِس وقت تمام چہروں سے یہ محسوس کرتا ہوں کہ لوگ حساب پر حیران ہوئے ہیں کہ کام کتنا معمولی ہے۔ یعنی سال میں صرف ایک احمدی بنانا اور نتیجہ کتنا شاندار ہے کہ سولہ سال میں تمام دنیا احمدی بن سکتی ہے۔ گویا ان کے سامنے یہ ایک نئی چیز پیش کی گئی ہے۔ جس طرح بادشاہ اُس موجد کی بات کو نہیں سمجھا تھا اِسی طرح آپ لوگ بھی اب تک میری بات کو نہیں سمجھے۔ اگر اب بھی آپ لوگ میری سکیم کے ماتحت پوری کوشش کے ساتھ تبلیغ کرنے لگ جائیں تو اِس کے اِتنے شاندار نتائج نکلیں گے کہ وہ آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتے۔

اِس کے بعد مَیں جماعت کے نوجوانوں کو عموماً اور قادیان کے نوجوانوں کو خصوصاً اِس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ سالوں میں کئی دفعہ مَیں نے بیان کیا ہے کہ ہماری جماعت

کے افراد کو اسلام کے شعار پر عمل کرنا چاہیئے ۔مگر مجھے افسوس ہے کہ اِس طرف ابھی تک توجہ نہیں ہوئی ۔مَیں نے خدام الاحمدیہ کو بھی توجہ دلائی تھی لیکن انہوں نے بھی توجہ نہیں کی ۔مَیں نے کہا تھا کہ ہر ایک خادم کی نگرانی کی جائے کہ وہ نماز باجماعت ادا کرتا ہے یا نہیں ۔لیکن بجائے میری اس ہدایت پر عمل کرنے کے اب ہوتا یہ ہے کہ کئی ایسے لوگوں کو خدام الاحمدیہ کا افسر مقرر کیا جاتا ہے جو کہ خود ہفتہ ہفتہ تک مسجد میں نہیں گھستے ۔حالانکہ ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرے سوائے اِس کے کہ وہ بیمار ہو۔ بیماری کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ گھر پر نماز پڑھ سکتا ہے ۔اِسی طرح مَیں دیکھتا ہوں کہ نوجوانوں کے چہروں سے داڑھیاں غائب ہوتی جارہی ہیں، وہ دن بدن اُن کو چھوٹا کرتے جارہے ہیں ۔حالانکہ ہم نے خشخشی 2 کی اجازت تو اُن لوگوں کو دی تھی جو کہ اُسترا پھیرتے تھے ۔اُنہیں کہا گیا تھا کہ تم اُسترا نہ پھیرو اور چھوٹی چھوٹی خشخشی داڑھی ہی رکھ لو۔لیکن یہ جواز جو کہ اُسترا والوں کے لئے تھا اِس پر دوسرے لوگوں نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا۔اور جن کی بڑی داڑھیاں تھیں اُن میں سے بھی بعض نے اِس جواز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خشخشی کرلیں ۔حالانکہ جواز تو کمزوروں کے لئے ہوتا ہے۔ ہمارا مطلب تو یہ تھا کہ جب اُسترا پھیرنے والے خشخشی داڑھیاں رکھ لیں گے تو پھر ہم اُن کو کہیں گے کہ اب اَور زیادہ بڑھاؤ۔اور آہستہ آہستہ وہ بڑی داڑھی رکھنے کے عادی ہو جائیں گے ۔لیکن اِس جواز کا اُلٹا مطلب لیتے ہوئے بعض لوگوں نے بجائے داڑھیاں بڑھانے کے خشخشی کرلیں ۔اگر ایک مریض کو ڈاکٹر شوربا پینے کے لئے کہے تو کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ پولیس ڈنڈے لے کر تمام لوگوں کو شوربا پینے پر مجبور کرے کہ ڈاکٹر کا حکم ہے کہ شوربا پینا چاہیئے ؟ ڈاکٹر کا حکم تو مریض کے متعلق ہے نہ کہ دوسروں کے لئے ۔چونکہ جو لوگ داڑھی مُنڈوانے کے عادی ہوتے ہیں وہ یکدم داڑھی نہیں رکھ سکتے اِس لئے ہم نے اُن کو اجازت دے دی کہ اچھا تم خشخشی رکھ لو۔ اِس سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ جن کی داڑھیاں بڑی ہیں وہ بھی خشخشی کرلیں ۔اصل بات یہ ہے کہ گو داڑھی کو مذہب میں کوئی بڑا دخل نہیں لیکن اغیار تمہاری داڑھیوں کو، تمہارے سر کے بالوں کو اور تمہارے کپڑوں کو اِس نظر سے دیکھتے ہیں کہ تم اپنے مذہب کے لئے کتنی غیرت اپنے دل میں رکھتے ہو اور تم اسلامی

شعار کو قائم کرنے کی کس قدر کوشش کرتے ہو۔ پہلے مسلمانوں نے چونکہ داڑھی کے معاملہ میں کمزوری دکھائی ہے اِس لئے فوجوں اور پولیس میں مسلمانوں کو داڑھی مُنڈ وانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جب مسلمان یہ کہتے ہیں کہ آخر سکھ بھی تو داڑھیاں رکھتے ہیں اُن سے یہ مطالبہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ تو افسر جواب دیتے ہیں کہ وہ سارے کے سارے داڑھیاں رکھتے ہیں اِس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے مذہب میں داڑھی رکھنے کا حکم ہے۔ لیکن تمہارے اکثر مسلمان مُنڈ واتے ہیں اِس سے پتہ چلتا ہے کہ تمہارے ہاں کوئی حکم نہیں تم اپنی مرضی سے رکھنا چاہتے ہو۔

ہمارے ایک واقفِ زندگی جو کہ اب تحریک جدید میں کام کر رہے ہیں۔ وہ پہلے پولیس میں تھے۔ اُنہوں نے میرے اعلانات پر داڑھی رکھ لی۔ اِس پر افسر نے اُنہیں تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آخر جب زیادہ تنگ کیا گیا تو اُنہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ ایک فوجی احمدی کو داڑھی رکھنے پر افسر نے فوجی حوالات میں دے دیا۔ یہ واقعات ہر جگہ ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر سارے مسلمان داڑھی رکھیں تو کوئی افسر بھی اُن کو داڑھی مُنڈ انے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ مسلمان سکھوں سے پچیس گُنا زیادہ ہیں لیکن گورنمنٹ مسلمانوں کو تو داڑھیاں مُنڈ انے پر مجبور کرتی ہے اور سکھوں کو داڑھیاں مُنڈ انے پر مجبور نہیں کرتی کیونکہ وہ سکھوں سے ڈرتی ہے۔ گورنمنٹ جانتی ہے کہ اگر ان کو مجبور کیا گیا تو وہ نوکریاں چھوڑ کر گھر چلے جائیں گے۔ اور سکھوں نے اِس معاملہ میں چونکہ جرأت دکھائی ہے اِس لئے گورنمنٹ ان کو مجبور نہیں کرتی۔ اگر مسلمان بھی جرأت سے کام لیں تو ان کا بھی رعب قائم ہو جائے۔ اگر باقی مسلمان یہ جرأت نہیں دکھاتے تو کم سے کم احمدیوں میں یہ احساس ہونا چاہیئے کہ ہم داڑھیاں نہیں مُنڈ وائیں گے۔ لیکن بجائے اِس کے کہ ہمارے نوجوان یہ ثابت کرتے کہ ہم اسلام پر عمل کرنے سے نہیں ڈرتے اب وہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہم سے اسلام کے حکموں پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نوجوان اِس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے داڑھیاں رکھیں تو لوگ ہم پر ہنسیں گے۔ لیکن تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہارے اِس فعل سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ جب تم داڑھی مُنڈ واتے ہو یا چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھتے ہو تو تم اپنے منہ سے اقرار کرتے ہو کہ اسلام کے احکام پر عمل نہیں ہو سکتا۔ پھر تم یہ بتاؤ کہ تم دوسروں پر کیا اثر ڈال سکتے ہو اور تم انہیں کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ہم اسلام کے حکموں پر عمل کرنے والے ہیں؟

اور پھر کتنے شرم کی بات ہے کہ ایک انگریز جو یہاں مسلمان ہوا اُس نے تو مسلمان ہونے کے بعد داڑھی رکھ لی حالانکہ انگریزوں میں سب ہی داڑھی مُنڈاتے ہیں۔ اُس نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قربانی کا ثبوت دیا کہ مَیں اسلام کے احکام پر عمل کر کے دکھا سکتا ہوں۔ اُس کو اُس کے ملک کے لوگوں نے حیرت کی نظر سے دیکھا اور ولایت کے اخباروں میں اُس کے متعلق نوٹ بھی شائع ہوئے۔ بعض لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تم داڑھی رکھتے ہو لیکن لباس انگریزی پہنتے ہو۔ اِسکی کیا وجہ ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ کپڑوں کے متعلق اسلام نے مجھے کوئی خاص حکم نہیں دیا اور نہ اسلام مجھے ان کپڑوں کے پہننے سے منع کرتا ہے۔ لیکن اسلام مجھے داڑھی رکھنے کا حکم دیتا ہے اِس لئے مَیں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ جس طرح ایک انگریز کے داڑھی رکھنے پر انگلستان کے لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا اِسی طرح ہندوستان کے لوگ تمہارے داڑھی نہ رکھنے پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ لوگوں کو تمہارے اندرونے کی صفائی کے متعلق کیا علم ہوسکتا ہے۔ اُن کی نظر تو ظاہر پر ہی پڑتی ہے۔ اگر تم ظاہر کو درست نہیں کرتے تو لوگ تمہارے دلوں کی صفائی کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے۔ اور پھر جب غیروں کے ہاتھ ایک چھوٹی سی بات بھی آ جائے تو وہ اُسے خُوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ احمدی ایسے ہوتے ہیں۔ پس میں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دونوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں داڑھی کے متعلق خوب پراپیگنڈا کریں۔ خدام نوجوانوں کو سمجھائیں اور انصار اللہ بڑوں کو سمجھائیں۔ اور یہ کوشش کی جائے کہ جو شخص داڑھی مُنڈاتا ہے وہ خشخشی داڑھی رکھے۔ اور جو خشخشی رکھتا ہے وہ ایک انچ یا آدھا انچ بڑھائے۔ اور پھر ترقی کرتے کرتے سب کی داڑھی حقیقی داڑھی ہو جائے۔

اسلام کے تمام احکام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ اور ہر حکم میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ کوئی ایک حکم بھی بغیر مصلحت کے نہیں۔ داڑھی رکھنے میں بھی کئی حکمتیں اور کئی مصالح ہیں۔ یہ جسمانی صحت کے لئے بھی مفید ہے اور جماعتی تنظیم کے لئے بھی بہت فائدہ مند ہے۔ سکھوں کے کیس اور داڑھی پر سختی سے پابند ہونے کی وجہ سے کوئی شخص اُن کے مذہب پر حملہ نہیں کرتا۔ کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ داڑھی اور کیس پر اِس قدر سختی سے پابند ہیں اور اِس معاملہ میں دخل اندازی کو پسند نہیں کرتے اگر اُن کی کسی مذہبی بات میں دخل اندازی کی تو وہ

یقیناً کٹ مریں گے۔ اِسی طرح اگر ہماری جماعت میں بھی اسلامی شعار کو قائم رکھنے کا احساس ہو جائے اور وہ سختی سے اِس پر پابند ہو جائے تو یقیناً اِس کا بھی لوگوں کے دلوں میں رعب قائم ہو جائے گا۔ اور لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں گے کہ یہ لوگ اپنی بات کے پکے ہیں اور کسی کی رائے کی پروا نہیں کرتے۔ جب یہ لوگ داڑھی کے معاملہ میں اِس قدر سختی سے پابند ہیں تو باقی اسلامی احکام کے وہ کیوں پابند نہ ہوں گے۔ اگر ہم نے اِن کی کسی دینی بات میں دخل اندازی کی تو یہ لوگ مر جائیں گے لیکن اپنی بات کو پورا کر کے چھوڑیں گے۔ اِس کے مقابل میں اگر لوگ یہ دیکھیں کہ تم لوگوں کی باتوں سے ڈر کر اور لوگوں کی ہنسی سے ڈر کر داڑھی مُنڈا لیتے ہو یا چھوٹی کر لیتے ہو تو وہ خیال کریں گے کہ جو لوگ دنیا کی باتوں سے ڈر جاتے ہیں وہ گورنمنٹ کے قانون اور پولیس کے ڈنڈے سے کیوں مرعوب نہ ہوں گے۔ پس تمہارا داڑھیوں کے معاملہ میں کمزوری دکھانا جماعت کے رُعب اور اثر کو بڑھانے کا موجب نہیں بلکہ رُعب اور اثر کو گھٹانے کا موجب ہے۔

پھر نمازوں کی پابندی اِس سے زیادہ اہم ہے۔ داڑھی تو ایک ظاہری چیز ہے اور نماز روحانیت کا سرچشمہ ہے اور بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کا مقرب بننے کا ذریعہ ہے۔ تم یہ جانتے ہو کہ اگر کوئی شخص سنکھیا کھالے تو وہ یقیناً مر جاتا ہے۔ اِسی طرح تمہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز نہ پڑھنا بھی سنکھیا کھانے سے کم نہیں۔ فرق صرف اِتنا ہے کہ یہ سنکھیا ایسا ہے جو قیامت کے دن اپنا اثر دکھائے گا اور انسان کو اَبَدُ الْآبَاد تک کی دوزخ میں ڈال دے گا۔ پس یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ سنکھیا مارتا نہیں بلکہ یہ سنکھیا ایسا ہے جو کہ بہت سی اکٹھی موتیں انسان پر وارد کرے گا۔ انسان کو موت آئے گی لیکن وہ مر نہیں سکے گا۔ سنکھیا کھا لینا اِتنا مُضِر نہیں جتنا نماز نہ پڑھنا مُضِر ہے۔ کیونکہ سنکھیا کھانے سے تو انسان پر ایک موت وارد ہوتی ہے لیکن نماز نہ پڑھنے کے نتیجہ میں انسان جو سنکھیا کھاتا ہے وہ ایسا ہے کہ اکٹھی کئی موتیں انسان پر لے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی 3۔ کہ دوزخ میں انسان نہ مر سکے گا اور نہ ہی زندہ رہے گا۔ ہر وقت اُس کو موت آتی رہے گی لیکن اِس کے باوجود وہ مر نہیں سکے گا۔ موت کی تکلیف اٹھانے کے بعد وہ بے حس نہیں ہو گا کہ اُسے باقی موتوں سے نجات حاصل ہو جائے۔ جتنے عیب اور جتنی سُستیاں اور جتنی بدیاں ہوں گی وہ سب موت کی شکل میں اُس کے سامنے نمودار ہوں گی

اور ہر بدی اُس کے لئے ایک موت لائے گی۔ ایک نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک موت ہوگی۔ پھر دوسری موت دوسری نماز نہ پڑنے کی وجہ سے۔ اور تیسری موت تیسری نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ہوگی۔ اِسی طرح جھوٹ بولنے اور بددیانتی اور بے ایمانی کرنے کی وجہ سے اُس پر موتیں وارد ہوں گی۔ پس نماز نہ پڑھنا ایک ایسا زہر ہے جو انسان کو اَبَدُ الْآبَاد کے دوزخ میں ڈال کر اُس پر کئی موتیں وارد کرتا ہے۔ اِس سے بچنا چاہیئے اور نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرنی چاہیئے۔

اِسی طرح سچ ایک ایسی چیز ہے جو قومی وقار کو قائم کرتا ہے اور سچ بولنے والی قوم تمام دنیا میں اپنی اِس خوبی کی وجہ سے قابلِ تعظیم سمجھی جاتی ہے۔ اگر انسان سچ بولے تو دوسرا شخص مرعوب ہو جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ مَیں ساری عمر میں سوائے ایک شخص کے کسی سے مرعوب نہیں ہوا۔ مجھے ایک شخص کے متعلق معلوم ہوا کہ اُس نے ایک خطا کی ہے۔ وہ اکیلے کی خطا تھی۔ کوئی شخص اُس پر گواہ نہ تھا۔ جب مجھے اُس کی اطلاع ہوئی تو مَیں نے خیال کیا کہ چونکہ موقع کا گواہ کوئی نہیں اِس لئے وہ کہہ دے گا کہ مَیں نے ایسا نہیں کیا۔ مَیں نے اُسے بلایا اور پوچھا تو اُس نے صاف طور پر اقرار کیا کہ ہاں مَیں نے یہ خطا کی ہے۔ جب اُس نے صاف طور پر اقرار کر لیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے میرے منہ پر مُہر لگا دی ہے۔ مَیں نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر اُسے رخصت کر دیا۔ تو گناہ میں بھی سچ ایک قسم کا غلبہ رکھتا ہے اور جھوٹ نیکی میں بھی شکست دلاتا ہے۔ فرض کرو کہ کوئی شخص کسی کے پاس اپنا مال رکھواتا ہے اور پھر خود ہی کسی وقت وہ مال اٹھا کر لے جاتا ہے اور پوچھنے پر انکار کر دیتا ہے کہ مَیں نے نہیں لیا۔ تو گو مال اُس کا ہی تھا لیکن وہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے گنہگار ہو گیا۔ اور ہر شخص جسے اِس بات کا علم ہوگا وہ اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا کہ اُس نے اپنا مقام ضائع کر لیا۔

سچ کے یہ معنی بھی نہیں ہوتے کہ دوسرے پر ہر بات ظاہر کر دی جائے۔ اور نہ ہی کوئی شخص دوسرے کو ہر ایک بات کے ظاہر کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ ہاں جن باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول حکم دیتا ہے اُن کو بیان کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ گو اس کے لئے بھی کچھ پابندیاں ہیں۔ مثلاً قاضی کو بھی ہر بات پوچھنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔ بلکہ اس کے متعلق تعیین کر دی گئی ہے کہ قاضی اِس قسم کا سوال کر سکتا ہے اور اس قسم کا سوال نہیں کر سکتا۔ ہمارا خدا غفّار اور ستّار

ہے۔ وہ غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرسکتا ہے اِس لئے ہر بات کا اعلان ضروری نہیں۔ ہاں جو بات تم سے قاضی پوچھے وہ تم بیان کر دو۔ اگر تم کو شریعت کے احکام کا علم ہو جائے تو تمہارے لئے سچ بولنا کوئی مشکل نہ رہے۔ مثلاً کوئی شخص تم سے پوچھتا ہے کہ تم فلاں جگہ گئے؟ اور تم نہیں بتانا چاہتے تو جھوٹ نہ بولو۔ اُس سے کہہ دو کہ مَیں نہیں بتانا چاہتا۔ اِسی طرح شریعت نے بے شک قاضی کو سوال کرنے کا حق دیا ہے لیکن بعض باتیں ایسی ہیں جن میں قاضی کو بھی سوال کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ مثلاً شریعت کہتی ہے کہ بدکاری کے جب تک چار گواہ نہ ہوں اُس وقت تک اُن کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ لیکن کسی موقع پر کوئی شخص اکیلا گواہ ہے اور معاملہ کسی طرح قاضی کے پاس پہنچتا ہے اور قاضی اُس کو گواہی کے لئے بلاتا ہے تو وہ قاضی کو کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے دیکھا یا نہیں دیکھا اِس کا سوال نہیں۔ آپ کو گواہی لینے کا حق نہیں جب تک کہ چار گواہ نہ ہوں۔ غرض اِس صورت میں شریعت قاضی کو مجرم ٹھہراتی ہے کہ اُس نے اُس سے کیوں شہادت طلب کی۔ اور اُس شخص نے شریعت کی ہتک نہیں کی بلکہ قاضی نے شریعت کی ہتک کی ہے کہ صرف ایک آدمی سے گواہی مانگی۔ پس شریعت کے مسائل کو سمجھو اور سچ کو اپنا شعار بناؤ۔ جب دنیا پر ثابت ہو جائے گا کہ تم سچ بولتے ہو تو تمہارا مظلوم ہونا دنیا پر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا اور دنیا تمہاری طرف خود بخود مائل ہو جائے گی۔ اگر تمہارا ایک آدمی ایک طرف ہوگا اور ہزار آدمی ایک طرف ہوگا تو بھی دنیا یہ کہے گی کہ جو بات یہ ایک آدمی کہتا ہے وہ صحیح ہے اور جو بات یہ ہزار آدمی کہتا ہے وہ غلط ہے۔

شملہ میں ایک انگریز افسر تھا۔ اُس کے میرے ساتھ کچھ تعلقات ہو گئے اور وہ مجھ سے ملتا رہتا تھا۔ اِس طرح اُسے ہماری جماعت کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ سچ بولتے ہیں۔ میرا ایک عزیز جو فوج میں ملازم تھا اُس کا افسر اُس پر خفا ہو گیا۔ اور اُس کے خلاف گورنمنٹ کے پاس رپورٹ کی اور اُس کی ملازمت خطرہ میں پڑ گئی۔ اُس نے شرم کے مارے مجھے نہ اطلاع دی۔ جب مجھے اِس معاملہ کا علم ہوا تو مَیں نے اُس انگریز سیکرٹری کو کہلا بھیجا کہ اصل میں واقعات اِس طرح ہیں۔ مَیں نے تحقیقات کر لی ہے۔ مَیں یہ نہیں چاہتا کہ ناجائز طور پر اس کی مدد کی جائے۔ اگر اس کا قصور ثابت ہو جائے تو بے شک اسے سزا دی جائے۔ لیکن میری تحقیق سے اس کا قصور ثابت نہیں ہوتا۔ آپ مہربانی کر کے اس کے بالا افسر سے اتنا کہہ دیں کہ جب وہ فیصلہ کرے تو

ماتحتوں کی رائے پر عمل نہ کرے بلکہ خود اس معاملہ کی تحقیقات کر لے۔ اُس نے اِس کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اُس نے جو چٹھی اس محکمہ کے ڈائریکٹر کو لکھی اُس کی ایک کاپی مجھے خانصاحب منشی برکت علی صاحب نے (جو کہ آجکل جائنٹ ناظر بیت المال ہیں) بھجوائی (اُس وقت خان صاحب اس محکمہ کے افسر تھے) اُس چٹھی میں یہ لکھا تھا کہ فلاں افسر کے خلاف رپورٹ ہوئی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ کا آپ خود مسل پڑھ کر فیصلہ کریں، ماتحتوں کی رپورٹوں پر فیصلہ نہ کریں۔ آگے اُس نے لکھا تھا کہ گو اس افسر کے خلاف ایک انگریز افسر نے شکایت کی ہے لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ جس شخص نے میرے پاس سفارش کی ہے وہ ایسا راستباز ہے کہ جب تک اُس نے پوری تحقیق نہ کر لی ہو وہ سفارش نہیں کر سکتا تھا۔ اِس لئے مَیں اُس کی بات کو محکمانہ رپورٹ پر ترجیح دیتا ہوں۔ اب دیکھو جس شخص کی رپورٹ کو وہ ردّ کر رہا تھا وہ انگریز اور اپنے محکمہ کا افسر تھا۔ لیکن اُسے چونکہ یہ یقین ہو گیا تھا کہ مَیں واقعہ کی بِلا تحقیق تائید نہیں کر سکتا اِس لئے اُس نے نہایت دلیری کے ساتھ لکھ دیا کہ خواہ رپورٹ کرنے والا افسر انگریز ہے لیکن جس شخص نے میرے پاس سفارش کی ہے وہ کبھی ایک غلط واقعہ کی تائید نہیں کر سکتا اِس لئے اُس کی بات درست ہے اور محکمانہ رپورٹ غلط۔ پس سچائی کو اپنا شیوہ بناؤ۔ کیونکہ سچائی دلوں کو موہ لیتی ہے اور دوسرے کو متأثر کئے بغیر نہیں رہتی۔

میں پھر قادیان کے نوجوانوں کو خصوصاً توجہ دلاتا ہوں کہ وہ شعائرِ اسلام کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ خصوصاً سے میرا مطلب یہ ہے کہ قادیان جماعت کا مرکز ہے۔ اِس لئے مرکز کے نوجوانوں پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ورنہ میرا یہ مطلب نہیں کہ لاہور والے یا دوسری جگہوں والے بے شک شعارِ اسلام کی پابندی نہ کریں اور وہ اپنی داڑھیاں بیشک مُنڈواتے رہیں۔ بلکہ سب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اچھا نمونہ پیش کریں۔ اگر تم داڑھیاں رکھو گے تو دنیا میں اسلام کا رعب قائم ہونا شروع ہو جائیگا۔ اور لوگ خیال کریں گے کہ اِس دہریت کی زندگی میں، اِس فلسفیانہ فضا میں، اِس عیّاشی اور نزاکت کی صدی میں جبکہ دنیا داڑھیوں سے ہنسی اور ٹھٹھا کر رہی ہے یہ لوگ اسلام کے اِس حکم پر عمل کرتے ہیں اور کسی کی رائے کا خیال نہیں کرتے۔ واقعی ان کے دلوں میں اسلام کا درد ہے۔ اور یہ لوگ وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔

صرف قادیان والوں سے ہی میرا یہ خطاب نہیں بلکہ ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس حکم کو مدنظر رکھے۔ پھر نمازوں کے متعلق سختی سے پابندی کی جائے اور ہر ایک شخص کے متعلق نوٹ کیا جائے کہ وہ باجماعت نماز ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اِسی طرح سچائی پر خصوصیت کے ساتھ کاربند ہونے کی کوشش کی جائے۔ اگر انسان سچ پر کاربند ہو جائے تو وہ تمام گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ تم ہمیشہ سچ کی تائید کرو اور سچائی کو پھیلانے کی کوشش کرو۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جماعتی دباؤ کے ماتحت بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ جماعتی دباؤ ایک بہت بڑا حربہ ہے۔ تم غیر احمدیوں سے کئی دفعہ سنتے ہو کہ احمدیت تو سچی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن رشتہ دار نہیں چھوڑے جا سکتے اور رشتہ داروں کی مخالفت برداشت نہیں ہو سکتی۔ پس اگر قومی دباؤ جھوٹ کی تائید میں ہوگا تو جھوٹ پھیلے گا۔ اور اگر قومی دباؤ سچ کی تائید میں ہوگا تو سچ پھیلے گا اور لوگوں کو امن ملے گا۔ کیونکہ سچ سے ہی دنیا میں ہمیشہ امن قائم ہوتا ہے۔ تم اِس قومی دباؤ سے فائدہ اٹھاؤ۔'' (الفضل 21 فروری 1947ء)

1: پوربی: مشرقی گنگا کے مشرقی علاقے کا رہنے والا۔ ایک زبان جو پورب میں بولی جاتی ہے۔ ایک راگنی جو قبل مغرب گائی جاتی ہے۔

2: خشخشی: جڑ کے برابر سے کترے ہوئے بال۔

3: الاعلٰی: 14